سیر و سوانح

جناب عبدالرشید عراقی صاحب
سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

شورش کے انسداد اور اصلاح کی آخری کوشش

حضرت عثمانؓ نے شورش رفع کرنے کے لیے اصلاح اور شکایات کے ازالہ کے لیے گورنرز کانفرنس بلائی ۔ جس میں امیر معاویہؓ، عبداللہ بن ابی سرح، سعید بن العاص، عبداللہ بن عامر بن کریز اور عمرو بن العاصؓ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔

حضرت عثمانؓ نے ایک مختصر تقریر کے بعد شورش رفع کرنے کے لیے ان سے رائے طلب کی چنانچہ ہر ایک نے جو رائے پیش کی ۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے ۔

عبداللہ بن عامرؓ اس وقت کسی ملک پر فوج کشی کرائی جائے ۔ تاکہ لوگ جہاد میں مشغول ہو جائیں تو فتنہ و فساد کی آگ خود بخود سرد ہو جائے گی ۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ موجودہ شورش کا تعلق ایک خاص جماعت سے ہے ۔ اگر اس جماعت کے سرکردہ قتل کر دیئے جائیں ۔ تو شورش بالکل ختم ہو جائے گی ۔

امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ ہر گورنر اپنے اپنے صوبہ میں امن و امان قائم رکھنے کا ذمہ لے ۔ میں ملک شام کا ضامن ہوں ۔

عبداللہ بن ابی سرح مفسدین اور شورش پسندوں کا مال و زر سے منہ بند کرایا جائے ۔

عمروؓ بن العاصؓ یہ سب فتنہ و فساد آپ کی نرمی، حلم اور بے اعتدالیوں کی وجہ سے ہوا ہے اس کا تدارک صرف دو صورتوں سے ہے ۔ عدل و انصاف یا خلافت سے استعفیٰ گورنروں نے اپنی اپنی آراء پیش کیں ۔ لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہ نکلا ۔ چنانچہ تمام گورنر اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے ۔ اور حضرت عثمانؓ خود علیحدہ کسی اسکیم پر عمل کرنے میں مصروف ہو گئے ۔

گورنر کوفہ سعید بن العاص سے اہلِ کوفہ ناراض تھے ۔ جب وہ مدینہ سے واپس کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ نے ان کو کوفہ داخل ہونے سے روک دیا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا ۔ تو

انہوں نے سعیدؓ بن العاص کی جگہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو گورنر مقرر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عثمانؓ نے ملک کے مختلف حصوں میں تحقیقاتی وفد بھی بھیجا گیا۔ تاکہ یہ وفد تحقیقات کر کے رپورٹ پیش کرے کہ اصل حقیقت کیا ہے؟

انقلاب کی کوشش

دربارِ خلافت میں اصلاحات کی تجاویز پر غور ہو رہا تھا۔ دوسری طرف ملک میں ایک انقلاب برپا کرنے کی سازش مکمل ہو چکی تھی۔ چنانچہ حاجیوں کی صورت میں شورش پسند کوفہ، بصرہ اور مصر سے عازم مدینہ ہوئے۔ تاکہ حضرت عثمانؓ سے اپنے مطالبات پر زور تسلیم کرائیں (ابن اثیرج ۳ ص ۱۲۳) ان لوگوں نے مدینہ سے باہر دو تین میل کے فاصلہ پر قیام کیا اور چند آدمیوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بن العوام کے پاس گئے۔ کہ وہ کوشش کر کے معاملہ کا تصفیہ کرا دیں۔ لیکن انہوں نے معذرت کی۔

حضرت عثمانؓ کا فتنہ و فساد کو رفع کرنا اور صحیح شکایات کا ازالہ کرنا بہر حال منظور تھا آپ نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا۔ میں جائز مطالبات تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔ آپ ان کو واپس کر دیجئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے کہنے پر یہ مفسدین واپس چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے خطبہ جمعہ میں بھی ارشاد فرمایا۔ کہ میں جائز مطالبات تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت عثمانؓ کے اس اعلان سے لوگ بہت خوش ہوئے۔ کہ اب تنازعات کا خاتمہ ہو جائے گا۔

ایک دن دفعۃً مدینہ میں شور برپا ہوا۔ اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اور اس کے ساتھ انتقام انتقام کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ لوگ گھروں سے باہر نکل آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے۔ مصریوں نے کہا کہ دربار خلافت کی طرف سے گورنر مصر کے نام ایک خط ملا ہے۔ جس میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ہم لوگوں کی گردن مار دی جائے۔

حضرت عثمانؓ کو جب اس کا علم ہوا۔ تو آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ لوگوں نے قیاس کیا کہ یہ خط مروان نے لکھا ہو گا۔ مصریوں نے کہا۔ جب آپ نے خط نہیں لکھا۔ اور نہ ہی اس کے بارے میں علم ہے۔ تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا جو خلعت مجھے خدا نے پہنایا ہے۔ خود اپنے ہاتھوں سے نہیں اتاروں گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق میں اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک صبر کروں گا۔ (طبقات ابن سعد)

مفسدین کی حضرت عثمانؓ سے گفتگو

اس کے بعد مفسدین حضرت عثمانؓ کے گھر کا گھیراؤ کر کے بیٹھ گئے۔ یہ گھیراؤ شروع میں بہت نرم تھا حضرت عثمانؓ

مسجد میں امامت کے لیے آتے جاتے تھے۔ اور یہ لوگ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ آخر ایک دن ان کی حضرت عثمانؓ سے گفتگو ہوئی۔ ان لوگوں نے گورنر مصر عبداللہؓ بن ابی سرح کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ آپ نے ان کے اس مطالبہ کو رد کر دیا۔ اس کے بعد دوبارہ اس خط کا ذکر کیا گیا۔ جو انہوں نے ایک قاصد سے حاصل کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے حلفیہ اس خط کے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا۔ مگر مفسدین نے اصرار کیا۔ کہ خلیفہ کا انکار صحیح ہو یا غلط دونوں صورتوں میں خلیفہ عزل کے مستحق ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا ایسا کرنا ممکن ہے۔ خواہ اس میں میری جان جائے۔ لیکن خلافت سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مسجد نبویؐ میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ وہ اس طرح کہ حضرت عثمانؓ جمعہ کی نماز کیلئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ جہاں مصری وفد بھی موجود تھا۔ نماز کی امامت حسب معمول حضرت عثمانؓ نے کی۔ اس سے فراغت کے بعد آپ منبر پر تشریف لائے اور مصری وفد کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا۔

> دشمنو! خدا کے قہر و غضب سے ڈرو، اہلِ مدینہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں ملعون ہو۔ پس تم لوگوں نے جو خطائیں کی ہیں۔ ان کی تلافی عمل خیر کر کے کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی سنت ہی یہ ہے۔ کہ وہ حسنات کے ذریعہ سئیات کو محو کر دیتا ہے۔ امیرالمومنین نے یہ فرمایا ہی تھا کہ ایک گوشہ سے محمدؓ بن مسلمہ بولے بالکل سچ فرمایا ہے آپ نے میں اس کا گواہ ہوں۔ محمدؓ بن مسلمہ کا یہ کہنا تھا کہ مصری وفد کے ارکان اور اہلِ مدینہ میں جھڑپ ہو گئی۔ مصریوں نے پتھراؤ کیا۔ جس سے حضرت عثمانؓ کے ساتھ کئی اور لوگ زخمی ہوئے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت زیدؓ بن ثابتؓ حضرت حسنؓ، حضرت ابوہریرہؓ، وغیرہ موجود تھے۔ انہوں نے مصریوں کے خلاف قدم اُٹھانا چاہا۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کو منع کر دیا۔ (طبری ج ۴ ص ۳۵۲)

محاصرہ میں شدت

کم و بیش ایک ماہ تک باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر محاصرہ رکھا لیکن اس دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے جاتے رہے۔ لیکن اب حضرت عثمانؓ کو مسجد میں جانے سے روک دیا گیا اور اس کے ساتھ اشیاء خورد و نوش پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ ایک دفعہ حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کچھ کھانے کی اشیاء حضرت عثمانؓ کو پہنچانے کی کوشش کی مفسدین نے ناکام بنا دیا۔ اور حرم محترم کا پاس و لحاظ نہ کیا۔

اڑوس پڑوس سے کبھی اشیاء خورد و نوش پہنچ جاتی تھیں۔ بہت سے صحابہ کرامؓ نے بھی اس سلسلہ میں اس معاملہ کو حل کرنا چاہا۔ لیکن انہیں بھی ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد باغیوں نے کاشانۂ خلافت میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر ان کی کوشش کو ناکام بنادیا گیا۔ وہاں چھ سو سے لگ بھگ جانثار پہرہ دے رہے تھے۔ جن میں اکابر صحابہ تابعین کے حضرت امام حسن و حسین، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے باغیوں کو اندر آنے سے روک دیا (ابن اثیر الکامل ج ۳ ص ۱۷۴)

حضرت عثمانؓ کا باغیوں سے خطاب

باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو گھر میں بند کر رکھا تھا ایک دن آپ نے باغیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ سچ کہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر خرید کر اس کا پانی تمام مسلمانوں کے لیے وقف نہیں کیا تھا۔ سب نے کہا ہاں پھر فرمایا۔ مسجد نبوی تنگ تھی۔ اس میں سب نمازی نہیں سما سکتے تھے۔ تو کیا میں نے اس کی ملحقہ زمین خرید کر اس کی توسیع نہیں کی، سب نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا۔ جب جیش عسرۃ کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امداد کی اپیل کی۔ تو کیا اس وقت میں نے جیش عسرۃ کی مکمل تیاری کا بندوبست نہیں کیا تھا۔ اور کیا اس پر مسرور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو جنت کی بشارت نہیں دی تھی۔ سب نے بیک آواز کہا ہاں یہ سب درست ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اے اللہ تو گواہ رہ۔ اس کے بعد آپ نے یہ فرمایا کہ تم میں سے کسی کو یاد ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر چڑھے۔ تو پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ نے پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا۔ حرا ٹھہر جا۔ اسوقت تیری پیٹھ پر ایک نبیؐ ایک صدیقؓ اور ایک شہید ہے۔ اور میں آپ کے ساتھ تھا لوگوں نے کہا یہ درست ہے اور آپ نے صحیح فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ بتاؤ کہ حدیبیہ میں مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سفیر بنا کر بھیجا۔ تو کیا خود اپنے دستِ مبارک کو میرا ہاتھ قرار نہیں دیا۔ اور میری طرف سے خود بیعت نہیں کی۔ سب نے بیک آواز ہو کر کہا۔ یہ بالکل سچ ہے۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۵۹)

حضرت عثمانؓ کا مقصد اس تقریر سے باغیوں کے ضمیر کو بیدار کر کے انہیں یہ سوچنے پر آمادہ

کرنا تھا۔ کہ وہ کس کے ساتھ یہ معاملہ کر رہے ہیں۔ لیکن ان کا ضمیر مردہ ہو چکا تھا۔ اس کے لیے وہ آپ کے ہر سوال کا جواب اثبات میں دینے کے باوجود اپنی ضد پر قائم تھے۔ کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ بصورتِ دیگر آپ کو شہید کرا دیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے پاس میرے قتل کے جواز کی کیا دلیل ہے۔ میں نے تو اسلام سے پہلے بھی نہ کبھی شراب پی، نہ کبھی زنا کیا اور نہ کسی کو قتل کیا اگر تم نے مجھ کو قتل کر دیا تو پھر اس کے بعد کبھی تم میں باہم محبت نہ ہو گی اور ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہو گے اور تمہاری اجتماعیت ختم ہو جائے گی۔ لیکن ان پر حضرت عثمانؓ کی تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا۔

مقابلہ کے لیے جاں نثاروں کی اجازت طلبی

بعض جاں نثاروں نے حضرت عثمانؓ کو مختلف مشورے دیئے اور اس وقت ابنِ سعدؓ کے بیان کے مطابق محاصرہ کرنے والوں کی تعداد ۲۹ کے لگ بھگ تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کے اور انہوں نے جنگ کی اجازت چاہی۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے انہیں اجازت نہ دی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، نے بھی جنگ کی اجازت چاہی۔ لیکن انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ آئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے تین صورتیں پیش کیں اور کہا کہ ان میں سے ایک کو قبول کیجئے۔

ایک یہ کہ آپ کے پاس طاقت کافی ہے۔ اس سے دشمنوں کا مقابلہ کیجئے آپ حق پر ہیں اور یہ باطل پر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کاشانۂ خلافت پر مفسدین کا ہجوم ہے۔ عقب میں ایک دروازہ بنائیے اور اس سے نکل کر مکہ معظمہ چلے جائیے۔ وہاں اس کے حرم ہونے کی صورت میں یہ لوگ جنگ سے احتراز کریں گے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مکہ معظمہ جانے کی بجائے شام چلے جائیں وہاں امیر معاویہؓ موجود ہیں۔ اور شام کے لوگ وفادار ہیں۔ وہ آپ کا ساتھ دیں گے۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو فرمایا۔

میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں۔ تو میں پہلا خلیفہ بننا نہیں چاہتا۔ جو امتِ محمدیؐ میں خونریزی کرے مکہ معظمہ اس لیے جانا نہیں چاہتا کہ یہ لوگ اس کے حرم ہونے کا بھی لحاظ نہیں کریں گے۔

اور شام اس لیے جانا نہیں چاہتا کہ اپنے ہجرت کے گھر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

جوار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۶۷)

شہادت کی تیاری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق یقین تھا۔ کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے اور آپ نے متعدد مرتبہ اس کی نشاندہی بھی کی تھی۔ اور اپنے اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کو صبر کی تلقین کی تھی جس دن شہادت ہونے والی تھی۔ جمعہ کا دن تھا اور آپ روزہ سے تھے خواب میں دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر و عمرؓ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ عثمانؓ جلدی کرو۔ آج روزہ میرے ساتھ افطار کرنا۔ بیدار ہوگئے۔ تو اپنی اہلیہ محترمہ سے خواب کا واقعہ بیان فرمایا۔ اور کہا کہ میری شہادت کا وقت قریب آچکا ہے۔ باغی مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ اس کے بعد ایک نیا پاجامہ جو آپ نے اس سے پہلے نہیں پہنا تھا۔ اس کو پہنا اور غلاموں کو بلا کر آزاد کر دیا۔ اور تلاوتِ قرآن مجید میں مصروف ہوگئے۔

شہادت باغیوں نے مکان پر حملہ کر دیا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ دروازہ پر تھے۔ انہوں نے مدافعت کی۔ لیکن زخمی ہوگئے۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے چار ساتھی اندر گھس گئے۔ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ آپ کی بیوی نائیلہؓ بنت الفرافصہ آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اور آپ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ محمد بن ابی بکر نے آپ کی ڈاڑھی پکڑ لی اور زور سے کھینچی، حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ بھتیجے اگر آج تمہارے والد زندہ ہوتے۔ تو وہ کبھی یہ برداشت نہ کرتے۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر شرمسار ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد کنانہ بن بشر نے پیشانی پر لوہے کی لٹھ اس قدر زور سے ماری کہ آپ پہلو کے بل گر پڑے اس وقت زبان سے بسم اللہ توکلت علی اللہ نکلا۔ سودان میں حمران نے دوسری ضرب لگائی۔ اور سنگدل عمر ابن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا اور جسم کے مختلف حصوں پر کئی ایک وار کیے۔ آپ کی بیوی کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ جب آپ کا خون نکلا تو قرآن مجید کی آیت اس

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (البقرہ)

خدا تم کو کافی ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت پر پہنچ کر ـــ

یہ عظیم حادثہ عصر و مغرب کے درمیان جمعہ کے دن ۱۰ ذی الحجہ ۳۵ھ کو پیش آیا تھا۔ باغیوں نے مدینہ میں خوف و ہراس کا ایسا عالم پیدا کر دیا تھا کہ پورے شہر پر ان کا قبضہ تھا۔ لوگ خوف کے مارے گھروں سے نہیں نکلتے تھے۔ آخر ہفتہ کی شب چند جانثاروں نے ہتھیلی پر جان رکھ کر تجہیز و تکفین

کی اور غسل دیئے بغیر اسی طرح خون آلود پیراہن میں شہید مظلوم کا جنازہ اٹھایا اور کل سترہ آدمیوں نے کابل سے مراکش تک کے فرمانروا کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ حضرت جبیرؓ بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے پیچھے حش کوکب میں ان کو دفن کیا گیا۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۵۴، ۵۵)

حضرت عثمانؓ کا ماتم

حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت، عالم اسلام کا ایک عظیم حادثہ تھی۔ صحابہ کرامؓ میں صف ماتم بچھ گئی۔ جس کسی نے سنا۔ بے ساختہ اشک بار ہوگیا۔ زندگی میں جو حضرات نکتہ چینی کرتے تھے۔ شہادت نے ان کو بھی فغاں سنج بنادیا۔ حضرت علیؓ کو جب اس کا علم ہوا۔ تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔

خدایا تو گواہ رہ میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں۔

حضرت عائشہؓ حج کر کے مکہ سے مدینہ آرہی تھیں۔ راستہ میں ان کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا۔ عثمان مظلوم قتل کئے گئے۔ میں ان کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ ضرور کروں گی۔ پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کے ارادہ سے ایک جم غفیر کے ساتھ مکہ سے روانہ ہو کر ذات عراق پر پہنچی۔ تو سب لوگوں پر ایک عالم گریہ وزاری طاری تھا۔ کہ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

جس طرح لوگ اسلام کی حالت زار پر آج اس وقت پھوٹ پھوٹ کر روئے تھے۔ اور اس لیے اس دن کا نام ہی روز گریہ رکھ دیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت پر کثرت سے مرثیے لکھے گئے۔ اجمی کے اشعار طبری اور ابن کثیر نے اپنی ان کتابوں میں درج کئے ہیں۔ اجمی کا ایک شعر حقیقت کا کیسا ترجمان ہے۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۲۰)

ابعد عثمان ترجو الخیر امتہ

وکان آمن من یمشی علی ساق

عثمانؓ دنیا کے لوگوں میں سب سے زیادہ امن پسند تھے تو کیا اب ان کے بعد بھی ان کی امت خیر کی توقع کر سکتی ہے۔

ذاتی حالات وصفات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کا شمار دولت مند صحابہؓ میں ہوتا تھا اس لیے فاما بنعمۃ ربک فحدث کے حکم کے مطابق اللہ کی نعمتوں سے استفادہ، آپ کی طبیعت کا شیوہ تھا۔ چنانچہ لباس بھی عمدہ استعمال کرتے تھے۔ یہ غذا بہت عمدہ استعمال کرتے تھے۔ آپ پہلے فرمانروا تھے۔ جن کے آٹا چھانا جاتا تھا۔ بایں ہمہ مزاج میں بہت

سادگی تھی۔ اس میں کسی قسم کا تصنع نہیں تھا۔ تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تو وضو کا پانی خود لیتے تھے۔ نہایت رقیق القلب تھے۔ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی تھی۔ جود و سخا آپ کی طبیعت کا جوہر خاص تھا۔ اسلام کے لیے اور فی سبیل اللہ آپ نے جو خرچ کیا وہ آپ کی کتابِ فضائل کا روشن باب ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پیکر محامد و فضائل اخلاق تھی۔ لیکن حیا کا وصف معاصرین و رفقاء میں طغرائے امتیاز تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

اصدق امتی حیاء عثمانؓ۔

میری امت میں حیاء میں سب سے زیادہ سچا عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت فطرتاً کم سخن اور کم گو تھے۔ طبیعت دقیقہ سنج واقع ہوئی تھی کوئی خاص خطر یا کوئی خاص چیز دیکھتے تو اس سے حکیمانہ نکتہ پیدا فرماتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اصل ذریعہ معاش تجارت تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں وہ برکت عطا فرمائی کہ آپ کا شمار مدینہ کے رؤسا میں ہونے لگا۔ حضرت فطرتاً سلیم الفطرت تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں بھی نہ کبھی شراب پی نہ زنا کیا۔ نہ گانا سنا اور نہ ہی کسی کو قتل کیا۔ دینی خودداری اور حمیت میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے۔ کہ معمولی سے معمولی لچک بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ عبادت قربت الٰہی اور انابت الی اللہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اس وصف میں بھی آپ ایک خاص درجہ رکھتے تھے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ قرآن مجید سے آپ کو بہت شغف تھا۔ شمع رسالت کے پروانے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ تھی کہ شرف دامادی رکھتے اور خود محبوب حبیبِ خدا تھے۔ لیکن اس کے باوجود ادب و احترام نبویؐ کا یہ عالم تھا۔ کہ جس ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے بیعت کی تھی۔ اس سے عمر بھر عضو خاص کو مس نہیں کیا۔ عشق و محبت اور ادب و احترام نبویؐ کی وجہ سے ہر معاملہ میں بقدور اتباعِ سنت کا اہتمام کرتے۔ اگر کوئی پاس ہوتا تو اس کو جتا بھی دیتے۔ تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو ارشادِ نبویؐ کا ادب اور احترام آپ کی زندگی کا ایک لازمی جزو تھا۔ اس کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا تھا۔ کہ خلافت کی جو قمیص ان کو اللہ تعالےٰ پہنائے گا۔ اس کو ہرگز نہ اتاریں۔ چنانچہ آپ نے جان دیدی مگر خلافت سے دستبردار نہیں ہوئے معاملات میں بہت صاف تھے۔ اور اس میں فریقِ ثانی کی دلجوئی کا بہت خاص خیال رکھتے تھے۔ تقویٰ طہارت آپ کا جوہر ذاتی تھا۔ فواحش و منکرات کا کیا ذکر مکروہات تک سے آپ کو طبعی نفرت

تھی ۔ بیت المال سے کبھی تنخواہ نہیں لی ۔ غلام آزاد کرنا اسلام میں بہت بڑی عبادت ہے ۔ حضرت عثمانؓ اس کا بہت اہتمام کرتے تھے ۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے ۔ (طبری، طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، العقد الفرید صفۃ الصفوۃ معجم البلدان، البدایۃ والنہایۃ)

علم و فضل علم و فضل میں بھی حضرت کا ایک ممتاز مقام تھا ۔ عہد جاہلیت میں وہ ان چند نمایاں لوگوں میں شمار ہوتے تھے ۔ جو کتابت یعنی لکھنا پڑھنا جانتے تھے ۔ اس بنا پر اسلام کے بعد آپ کو کتابت وحی کا شرف حاصل ہوا ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سے بہت شغف اور عشق تھا ۔ آپ کثرت سے اس کی تلاوت ہی نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ آپ اس کی تجوید و قرأت کے بھی ماہر تھے ۔ خود فرماتے ہیں کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس دن میں نے قرآن مجید کی تلاوت نہ کی ہو ۔ علامہ نے لکھا ہے ۔

وھو افضل من قراء القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سب حضرات سے افضل ہیں ۔ جنہوں نے قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے ۔

قرآن کے بعد حدیث کا درجہ ہے ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سے بھی بڑا شغف اور عشق تھا ۔ اگرچہ اکابر صحابہ کرام کی طرح از راہ ورع و تقویٰ آپ روایات بہت کم کرتے تھے ۔ محدثین نے آپ کی روایت کی تعداد ۱۴۶ بتائی ہے ۔

ان روایات میں ۳ متفق علیہ ہیں ۔ یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں مذکور ہیں ۔ ۸ روایات صرف صحیح بخاری میں اور ۵ صرف صحیح مسلم میں ۔ اس بنا پر صحیحین میں آپ کی روایات کی تعداد ۱۶ ہوتی ہے

فقہ میں بھی آپ کو بہت درک تھا ۔ اور آپ کا شمار فقہائے صحابہ میں ہوتا ہے اس لیے آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مجلس افتاد و شوریٰ کے رکن رکین تھے ۔ علم فرائض میں بہت بلند مرتبہ کے حامل تھے ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار اگرچہ اکابر مجتہدین صحابہ میں نہیں ہوتا ۔ تاہم آپ مجتہد تھے اور کتب تاریخ میں آپ کے مجوزہ احکام و مسائل مذکور ہیں ۔ مثلاً پہلے جمعہ کی نماز میں ایک اذان اور ایک اقامت کا رواج تھا ۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں آبادی کی کثرت ہوگئی اور بہت پھیل گئی ۔ تو آپ نے مقام زوراء میں ایک اور اذان کا اضافہ کیا اور صحابہ کرامؓ نے اس سے اتفاق کیا (بخاری)

تفقہ اور اجتہادی بصیرت کے باعث ان کی رائے اور ان کا تقویٰ کا اکابر صحابہؓ کرام میں بہت اعتبار اور وقار تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے غسل کے متعلق استفسار کیا اور اس کے بعد اس شخص نے اور دوسرے صحابہؓ کرام سے بھی مسئلہ دریافت کیا۔ اور ہر ایک کا وہی جواب تھا۔ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ (بخاری)

تحریر و تقریر میں بھی کمال حاصل تھا۔ گو کم سخن تھے۔ لیکن جب تقریر کرتے تو اس کا حق ادا کر دیتے آپ بہترین خطیب تھے۔ آپ کے خطاب فصاحت و بلاغت، زورِ کلام، جوشِ بیان اور خلوص و اثر آفرینی کا شاہکار تھے۔ شعر و شاعری سے بھی شغف تھا۔ اور کثرت سے اشعار آپ کو یاد تھے۔

حضرت عثمانؓ کا ایک عظیم الشان دینی کارنامہ ----- جمع قرآن

اگرچہ اسلام میں ہر فعل جو احکامِ خداوندی کے ماتحت ہو اور جس کا مقصد حصول رضائے الٰہی ہو۔ دینی اور مذہبی فعل ہے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تمام کارنامے دینی اور مذہبی ہیں۔ تاہم آپ کا سب سے عظیم الشان دینی کارنامہ مصحف عثمانی کی ترتیب و تدوین ہے اور قرآن جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ ویسا ہی ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگیا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ تو قرآن مجید کتابی صورت میں مرتب و مدون نہیں ہوا تھا۔ بلکہ منتشر اوراق میں جمع تھا۔ خلافتِ صدیقیؓ میں جنگِ یمامہ جو مسیلمہ کذاب سے لڑی گئی تھی۔ اس میں بہت سے حفاظِ قرآن شہید ہوئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ لاحق ہوگیا کہ اس طرح قرآن مجید کے ضائع ہوجانے کا خطرہ ہے۔ اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیا۔ کہ وہ قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کرائیں۔ چونکہ یہ کام عہدِ نبوت میں نہیں ہوا تھا اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شروع میں اس میں متامل ہوئے۔ لیکن بعد میں راضی ہو گئے اور نہایت اہتمام سے قرآن مجید کو کتابی شکل میں یکجا کر دیا۔ اس بناء پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جامع اوّل تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان آذربائیجان اور آرمینیہ کی جنگ میں جس میں شامی اور عراقی فوجیں ایک ساتھ تھیں۔ شریک تھے۔ وہاں آپ نے اختلافِ قرأت کا منظر دیکھا۔ تو پریشان ہوگئے۔ اور واپس آکر حضرت عثمانؓ سے کہا۔ امیرالمومنین خدا کے لیے امت کی خبر لیجئے۔ قبل اس کے کہ قرآن مجید سے متعلق ان کے اختلافات ایسے ہی شدید ہو جائیں۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا عظیم الشان کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اکیلے انجام دے نہیں سکتے تھے۔

اس لیے آپ نے مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا اور مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر اس کی اور تائید کی۔ اور ایک نسخہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مرتب کیا ہوا تھا۔ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے منگوایا۔ اور ایک کمشن مقرر فرمایا۔ جو ان ارکان پر مشتمل تھا۔

۱۔ زید بن ثابتؓ (۲) عبداللہ بن زبیرؓ (۳) سعید بن العاصؓ (۴) عبدالرحمن بن حارث بن ہشامؓ۔ اس کمشن میں زید بن ثابت انصاری تھے۔ باقی تینوں ارکان قریش سے تھے۔ کمیشن کے چیئرمین حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کمشن کو ہدایت کی۔ کہ چونکہ قرآن مجید کا نزول لسانِ قریش پر ہوا ہے۔ اس لیے تینوں ارکان کو جہاں زید بن ثابت سے اختلاف ہو۔ وہاں وہ اپنی قرأت کو ترجیح دیں۔ جب یہ ایڈیشن تیار ہوگیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو مصحف واپس کر دیا گیا۔ اور یہ ایڈیشن جس کا نام مصحف عثمانی ہے۔ اس کی سات نقلیں کرا کر مکہ، بحرین، یمن، شام، کوفہ اور بصرہ روانہ کی گئیں اور ایک نقل مدینہ منورہ میں رکھی گئی اور اس کے ساتھ وہاں کے گورنروں کو یہ ہدایت بھی بھیجی کہ اس کو مستند مانا جائے۔ اور اسی کے مطابق قرأت اور کتابت کی جائے۔ بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن، البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۱۷۔

مصحفِ عثمانی کی ترتیب کے بعد جتنے مصاحف تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے ان کو نذرِ آتش کرنے کا حکم دیا اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کا بھی مصحف تھا۔ وہ اس سے ناراض ہوگئے۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے جب ان کو یقین دلایا۔ میرا اقدام وقت کے عین مطابق ہے۔ اور تمام صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے میں نے یہ قدم اُٹھایا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راضی ہوگئے۔ اور آپ کی مخالفت ترک کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔

البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۱۸)

اب غور کیجئے۔ ایک طرف ایک نہایت عظیم وسیع مملکت اسلامی ہے جس میں چند در چند قومیں ہیں۔ جن میں عرب و غیر عرب، بدوی اور حضری، عالم و جاہل مصلح و مفسد سب شامل ہیں۔ ملی جلی آبادی ہیں اور دوسری طرف مصاحف اور قرأت کے اختلافات کا یہ عالم ہے۔ جس کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ اور جس کے پیشِ نظر حضرت عثمانؓ نے یہ قدم اُٹھایا۔ اگر اس طرف توجہ کی جاتی۔ تو جو حشر توراۃ اور انجیل کا ہوا۔ وہی قرآنِ مجید کا ہوتا۔ اس لیے یہ کہنا پڑے گا۔ کہ

جمع قرآن کا کام انجام دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے اسلام اور دین کی وہی خدمت انجام دی ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، نے مانعینِ زکواۃ، مرتدین اور مسیلمہ کذاب سے نہایت کامیاب جنگ کر کے اور پھر قرآن کی ترتیب و تدوین کر کے انجام دی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ کارنامہ صدیقی رض کی طرح یہ کارنامہ عثمانی رض بھی تتمہ اور تکملہ کار نبوت کی حیثیت رکھتا ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں :-

من نظر فی بجویہ وقت امرہٗ جمع القرآن علم مرتبہ و جلالتہ وھوافضل من قرأ القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ - ص ۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے مرتبہ و مقام اور جلالت شان کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو اس کو دیکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے کس طرح وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت کا احساس کر کے جمع القرآن کا حکم دیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، ان سب لوگوں سے افضل تھے۔ جنہوں نے قرآنِ مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا۔

آپ کے مخالفین نے آپ کے اس عظیم کارنامہ کو بھی جرم قرار دیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم حضرت عثمان رض نے جو کچھ کیا۔ صحابہ کرام رض کے مشورہ سے کیا۔ اگر میں حکمران ہوتا تو میں بھی ایسا کرتا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۱۸)

ابنِ عساکر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، میں دو صفات ایسی تھیں۔ جو ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایک ان کا صبر جس کا انجام شہادت ہوا۔ اور دوسری صفت یہ ہے کہ انہوں نے پوری امت کو ایک قرآن پر جمع کر دیا۔ حافظ ابنِ کثیر رح اور علامہ سیوطی نے بھی حضرت عثمان رض کے اس اقدام کی تعریف کی ہے اور ان کے اس اقدام کو ایک عظیم کارنامہ قرار دیا ہے۔

حضرت عثمان رض کے فضائل و مناقب

اوّلین سابقین و مہاجرین میں سے ہونے اور اسلام کی خدمات جلیلہ کے باعث بارگاہ نبوت اور مجلس صحابہ رض میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کا جو مقام و مرتبہ تھا۔ اس سے کتب حدیث و تاریخ کے لبریز ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سے بہت محبت تھی۔ آپ ان کا بڑا لحاظ کرتے اور ان کی دلجوئی کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت اُمّ کلثوم رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ فاطمہ رض کے شوہر (علی رض) میرے شوہر (عثمان رض) سے بہتر ہیں۔ آنحضرت ص پہلے

تو خاموش رہے پھر ارشاد فرمایا:

بیٹی تیرا شوہر تو وہ ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول ؐ دونوں محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ کیا تم کو یہ بات پسند نہیں کہ تم جنت میں داخل ہوگی تو تم دیکھو گی کہ وہاں تمہارے شوہر کا مکان سب لوگوں کے مکانوں سے اونچا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اتفاق تھا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کا مقام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ہم عہد نبوی ؐ میں لوگوں کے طبقات اور مدارج بیان کرتے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، علی الترتیب اعلیٰ درجہ میں رکھتے تھے۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھ کو حکم دیا کہ اس کے دروازہ کی نگرانی کروں۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس نے اجازت طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کو اندر آنے کی اجازت دو اور اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ اب یہ شخص اندر آیا تو دیکھا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، تھے اس کے بعد ایک اور شخص آیا تو اس کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلبی پر فرمایا۔ اس کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ اور اس کو بھی جنت کی بشارت سنا دو۔ تو دیکھا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تھے۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا تو اس نے بھی اجازت طلب کی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوموسیٰ! اس شخص کو اندر آنے کی اجازت دے دو اور جو مصیبت اس کو پہنچنے والی ہے۔ اس پر اس کو جنت کی بشارت سنادو۔ اب یہ شخص اندر آیا۔ تو دیکھا کہ وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، تھے۔ (بخاری باب مناقب عثمان)

کنزالعمال میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی نماز جنازہ اس لیے نہیں پڑھی تھی۔ کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سے بغض رکھتا تھا۔ (ج ۱۵ ص ۳۰)

علامہ ذہبی ؒ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے جامع کمالات اور اوصاف کی عکاسی بڑے بلیغ انداز میں کی ہے فرماتے ہیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ، ابو عمر الاموی ذوالنورین تھے۔ ان سے فرشتوں کو بھی حیاء آتی تھی۔ انہوں نے ساری امت کو ان میں اختلاف پڑھانے کے بعد ایک قرآن پر جمع کر دیا۔ ان کے عہدہ داروں نے مشرق میں اقلیم خراساں اور مغرب میں مغرب اقصیٰ تک سب فتح کر ڈالا وہ بالکل سچے اور کھرے۔ عابد شب زندہ دار صائم النہار اور اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ کرنے والے تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ اور آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہما کا نکاح ان سے کیا تھا۔ (تذکرہ الحفاظ تذکرہ عثمان رضی اللہ عنہ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر تبصرہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام میں جو فضیلت حاصل ہے وہ اظہر من الشمس ہے وہ السابقون الاولون میں تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد وہ شخص جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ وہ ذوالنورین تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ وہ غنی تھے۔ کہ انہوں نے اپنی ساری دولت کو دین اور ملت کی نذر کر دیا۔ غزوہ تبوک میں آپ کی امداد آپ کی قابلِ قدر اور عظیم کارنامہ ہے ان ہی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان لی۔ انہیں کاتبِ وحی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مسجد الحرام اور مسجدِ نبویؐ کی توسیع کرانے کی سعادت انہیں میسر آئی۔ تمام عالم اسلام ایک مصحف اور قرأت پر جمع کیا۔ اور جامع القرآن کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صبر و استقامت کا پیکر تھے۔

ملت کو انتشار اور ابتری سے بچانے کے لیے نہ صرف یہ صعوبت برداشت کی۔ بلکہ اپنی جان بھی دے دی۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔